ترجمہ و تلخیص

قرآن و سنت کا ربط

تحریر: محمد عبدالعزیز الخولی
مترجم: محمد مشتاق تجاروی

سنت کا مقام

قرآن کریم نقل و روایت کے اعتبار سے اپنے الفاظ اور تفصیلات کے ساتھ قطعی الثبوت ہے۔ جبکہ سنت بحیثیت مجموعی قطعی الثبوت ہونے کے باوجود اپنی تفصیلات میں ظنی ہے اور چونکہ ظنی کا درجہ قطعی سے بہر حال کم ہوتا ہے، اس لیے حدیث کا درجہ بھی قرآن سے کم تر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یا تو سنت کتاب اللہ کی تفسیر و توضیح کے لیے ہے، یا پھر اس کے علاوہ ایک چیز ہے۔ اگر تفسیر و توضیح کے لیے ہے تو ظاہر ہے کہ تفسیر کا درجہ متن کلام سے کم ہوتا ہے، چونکہ متن بنیاد ہوتی ہے اور تفسیر اس کی عمارت اور عمارت بغیر بنیاد کے ممکن نہیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ بنیاد ہو اور عمارت نہ ہو۔ لیکن اگر حدیث کو قرآن پر اضافہ مانتے ہیں تو حدیث کا اعتبار اس وقت ہوگا جب قرآن میں مسئلہ نہیں ملے گا۔ یہ خود ایک دلیل ہے کہ قرآن کا درجہ حدیث سے زیادہ ہے۔

اس کی وضاحت حضرت معاذؓ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس وقت آپؐ نے ان کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان سے پوچھا کہ آپ کس چیز کے ذریعہ فیصلہ کریں گے؟ تو حضرت معاذؓ نے جواب دیا کتاب اللہ کے ذریعہ۔ پوچھا کہ اگر اس میں نہ ملے تو؟ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ذریعہ۔ پوچھا کہ اگر اس میں بھی نہ ملے تو کیا کریں گے؟ جواب دیا کہ پھر اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا (ترمذی۔ ابوداؤد) اسی طرح حضرت عمرؓ کے اس خط سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو انہوں نے قاضی شریحؒ کے نام لکھا تھا کہ مسئلہ کو پہلے قرآن میں ہی تلاش کرو۔ اگر مل جائے تو پھر کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر نہ ملے تو پھر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو۔

یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سنت اکثر قرآن پر اضافہ کرتی ہے کبھی محتمل لفظ کے معنی متعین کر دیتی ہے، مطلق کو مقید اور عام کو خاص کر دیتی ہے اور کبھی لفظ کو غیر ظاہر معنی پر محمول کر دیتی ہے۔

مثلاً کتاب اللہ کی آیت سرقہ میں مطلق چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سنت نے اس کو محفوظ اور متعین مقدار کے مال کی چوری کے ساتھ خاص کر دیا۔ اسی طرح قرآن کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ تمام اموال میں سے زکوٰۃ لی جائے گی۔ مگر سنت نے اس کو بعض مخصوص اموال کے ساتھ خاص کر دیا۔ اسی طرح قرآن نے محرمات کے ذکر کے بعد کہا ہے کہ ان کے علاوہ سب سے نکاح درست ہے لیکن سنت نے بیوی کے ساتھ اس کی پھوپھی یا خالہ کو بھی نکاح میں جمع کرنے سے منع کر دیا وغیرہ ایسے مسائل سے گمان گزرتا ہے کہ سنت کتاب اللہ پر مقدم ہے۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سنت نے کسی نص کو تبدیل نہیں کیا، بلکہ اس کی وضاحت کی ہے اور اس کا معنی و مفہوم زیادہ واضح طور پر بیان کیا ہے۔ آیت "السارق والسارقہ فاقطعوا ایدیھما" میں بتایا ہے کہ سارق سے مراد بقدر نصاب مال محفوظ کی چوری کرنے والا ہے اور ہاتھ کاٹنے سے مراد گٹوں سے ہاتھ کاٹنا ہے نہ کہ کہنیوں سے۔ سنت نے ایسا کوئی حکم ثابت نہیں کیا جو قرآنی نص کے خلاف ہو بلکہ صرف نصوص قرآنیہ کی مراد کو واضح کر دیا ہے اور یہی آپ کا منصب بھی تھا۔ قرآن میں ہے:۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (نحل: ۴۴)	اور اے نبی یہ ذکر ہم نے تمہاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لیے واضح کر دو اس تعلیم کو جو ان کی طرف اتاری گئی ہے۔

قرآن سنت کی اصل ہے

سنت میں جو کچھ بھی ہے اس کی اصل قرآن میں ضرور موجود ہے۔ اس کی دلیل وہ قرآنی آیات ہیں جو صراحت کرتی ہیں کہ قرآن میں ہر چیز موجود ہے اور یہ کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری اس کی تفسیر و توضیح کی ہے۔ بلکہ یہ مقام تو علماء کرام کا بھی ہے۔ ان کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن کی تفسیر و توضیح کریں۔ قرآن میں آیا ہے:۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○ (نحل ۸۹)	اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے کہ جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

ایک دوسری جگہ آیا ہے:۔

مَافَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (انعام:۳۸) — ہم نے کتاب میں کسی چیز میں کوتاہی نہیں کی۔

ایک اور آیت ہے:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ:۳) — آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

یعنی دین کو قرآن کے ذریعہ مکمل کر دیا۔ اسی طرح مزید ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (نحل:۴۴) — اور اے نبی یہ ذکر ہم نے تمہاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لیے واضح کر دو اس تعلیم کو جو ان کی طرف اتاری گئی ہے۔

تحقیقات سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ قرآن میں جس عالم یا مفکر نے کسی مسئلہ سے متعلق غور و فکر کیا ہے اسے اس کی کوئی نہ کوئی بنیاد قرآن میں ضرور مل گئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا مشہور استدلال ہے کہ قرآن میں مدت حمل اور ایام رضاعت کو ۳۰ مہینے قرار دیا گیا ہے آیت ہے:۔

وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ (احقاف:۱۵) — اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے۔

ایک دوسری آیت میں ایام رضاعت دو سال یعنی ۲۴ ماہ کو قرار دیا ہے:۔

وَفِصَالُهٗ فِیْ عَامَیْنِ (لقمان:۱۴) — اور اس کا دودھ چھوڑنا دو سال میں ہوتا ہے۔

ان دونوں آیتوں کو ملا کر استدلال کرتے ہیں کہ مدت حمل چھ مہینے بھی ہو سکتی ہے۔

حضرت امام مالکؒ قرآن کی اس آیت سے جو مہاجرین اور انصار کے درمیان فیٔ کی تقسیم کے معاملہ پر نازل ہوئی تھی استدلال کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو سب وشتم (نعوذ باللہ) کرنے والے کو فیٔ کا مال نہیں ملے گا، آیت یہ ہے:۔

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا — اور جو ان کے بعد آئے وہ دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے اور ہمارے بھائیوں

الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا	کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما
تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ نہ
(حشر: ۱۰)	پیدا فرما۔

منذر بن سعید نے آیت

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ	اور خدا ہی نے تم کو تمہاری ماؤں کے شکم
اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا (نحل: ۷۸)	سے پیدا کیا اور تم کچھ نہیں جانتے تھے۔

سے استدلال کیا ہے کہ عربی عربوں کی پیدائشی زبان نہیں ہے۔

ایک معاصر عالم کی زبانی میں نے سنا وہ کہتے تھے کہ باپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کے لیے امراض وعیوب سے پاک دودھ کا انتظام کرے۔ چونکہ قرآن میں آیا ہے :۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا	اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو
اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ	تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ تم دودھ
اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ	پلانے والیوں کو دستور کے مطابق ان کا حق
(بقرہ: ۲۳۳)	جو تم نے دینا طے کیا تھا دو

یعنی اگر تم کو معروف طریقوں سے تلاش کرکے بے عیب دودھ مل جائے تو اپنی اولاد کو وہ دودھ پلواؤ۔ اس آیت میں موجود لفظ سلمتم کے مفہوم کی تعیین بنی اسرائیل کی گائے سے متعلق دوسری آیت مسلمۃ لاشیۃ فیہا سے ہوتی ہے۔ یہ اور اس طرح بہت سے استدلالات ہیں:

یہاں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ قرآن میں یہ بھی آیا ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک مستقل، مصدر تشریع اور مآخذ قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔ نیز سنت میں ایسے بہت سے احکام ہیں جن کی کوئی قرآنی اصل نہیں ہے۔ مثلاً قرآن میں آیا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا	مومنو! خدا اور رسول کی فرمانبرداری
اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ	کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان
مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ	کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف
فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ	واقع ہو جائے تو اگر خدا اور روز آخرت پر
كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا و رسول کی
(نساء: ۵۹)	طرف رجوع کرو۔

ایک دوسری آیت ہے :-

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ	سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور
وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَ	جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو اور
اتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ	خدا سے ڈرتے رہو بے شک خدا سخت عذاب
(حشر: ۷)	دینے والا ہے۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مراد کتاب اللہ میں مذکور اوامر و نواہی کی اطاعت کرنا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی۔ چونکہ ہمیں ہر ایک کی مستقل اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس لیے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کی اطاعت دوسرے کی مخالفت پر مبنی ہے۔ نیز آیت میں حکم ہے کہ متنازعہ فیہ امور میں مسئلہ کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹادیا۔ اللہ کی طرف لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ کو حکم بنایا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تو خود آپ کی ذات کو اور وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو حکم بنایا جائے ــــــ اگر قرآن وسنت ایک ہوتے تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے کا حکم دیا جاتا۔ دوسری آیت میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ماننے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منع کردہ چیزوں سے رکنے کا حکم دیا گیا ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو عذاب کی وعید بھی دی گئی ہے۔ ان کے علاوہ ایک حدیث میں ہے۔

عن المقدام بن معدی کربؓ	حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے
یوشک رجل منکم متکئاً علی	مروی ہے کہ عنقریب ایک زمانہ ایسا آئیگا
اریکتہ یحدث بحدیث عنی	جب آدمی مسند نشین ہوکر مجھ سے حدیث
فیقول بیننا وبینکم کتاب اللہ	بیان کرے گا۔ تو وہ کہے گا کہ ہمارے اور
فما وجدنا فیہ من حلال	تمہارے درمیان کتاب الٰہی فیصلہ کرے گی۔ جو
استحللناہ وما وجدنا فیہ	چیزیں اس میں حلال ہیں انھیں ہم حلال
من حرام حرمناہ الا وان ما حرم	سمجھیں گے اور جو حرام ہیں انھیں حرام سمجھیں
رسول اللہ مثل الذی حرم اللہ	گے خبردار جن چیزوں کو اللہ کے رسول نے
(مشکوٰۃ)	حرام ٹھہرایا ہے وہ کتاب الٰہی کی محرمات کے مثل ہیں۔

سنت میں وارد بہت سے احکام ہیں جیسے بیوی کی پھوپھی یا خالہ کو نکاح میں جمع کرنا، پالتو گدھوں (الحمر الاھلیہ) کی حرمت، درندوں میں سے ہر کونچوں والے اور پرندوں میں سے ہر پنجے والے کی حرمت اور شادی شدہ زانی کو سزائے رجم وغیرہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن سے فقہ حدیث کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ مثلاً بلوغ المرام، المنتقی الاخبار وغیرہ۔

لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔ چونکہ مذکورہ دلائل سنت کے مستقل مصدر تشریع ہونے کی دلیل نہیں بن سکتے، اس لیے کہ قرآن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف انھیں چیزوں کا اتباع کرتے ہیں جو ان کی طرف وحی کی گئی ہوں تو گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان چیزوں کا حکم دیتے ہیں یا صرف ان چیزوں سے روکتے ہیں جن کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو من جانب اللہ ہوتا ہے، چونکہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے حکم کی نسبت آپؐ کی طرف کردی گئی۔ قرآن میں بھی ایک جگہ آیا ہے" من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اطاعت الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان چیزوں کا حکم دیتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس لیے رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری تفسیر وتوضیح کی ہے اور تفسیر وتوضیح متن کلام سے علیحدہ ایک چیز ہوتی ہے۔ تفسیر وضاحت ہوتی ہے اور متن اجمال ہوتا ہے۔ یہاں ایک نوع کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ جس نے متن کی اتباع کی اس نے اللہ کی اتباع کی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بیان کردہ تفسیر کی اتباع کی اس نے آپؐ کی اتباع کی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی موجودگی میں اس کی نئی تفسیر کی تو اس نے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اقیموا الصلوٰۃ۔ یہ مجمل ہے، آپؐ نے اپنے عمل، قیام، رکوع اور سجود وغیرہ بیان کرکے اس کی تفسیر کردی۔ اب اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر کی مخالفت کرتا ہے تو گویا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے اور اگر نماز ہی کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے۔ متنازعہ فیہ امور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانے کا مفہوم ہے آپؐ کی سنت کی طرف لوٹانا اور آپؐ کی سنت قرآن ہی کی عملی تفسیر اور حیات انسانی میں اس کی تطبیق ہے۔ مثال کے طور پر بعض امور تو ایسے ہوتے ہیں

جن میں کوئی اغلاق اور پیچیدگی نہیں ہوتی اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو ہر آدمی کی سمجھ میں نہیں آتے پہلی قسم کے بارے میں تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ البتہ دوسری قسم کے بارے میں کسی عالم سے پوچھنا پڑتا ہے کتاب اللہ کے سب سے بڑے عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

رہی مقدام بن معدی کرب کی روایت تو اس کی سند میں زید بن حباب ہیں۔ جن کے بارے میں امام احمد نے کہا ہے کہ "سچے ہیں مگر غلطی بہت کرتے ہیں۔ ابن حبانؒ نے بھی ان پر جرح کی ہے اسی طرح سفیان ثوریؒ کی احادیث کے سلسلے میں ان پر کافی کلام کیا گیا ہے۔ چنانچہ شیخین نے ان سے روایت نہیں لی۔

البتہ سنت میں بیان کردہ احکام اگر وہ ظاہر قرآن کے خلاف ہیں تو قرآن ہی کو ترجیح ہوگی اور حدیث کا ظاہر قرآن کے خلاف ہونا حدیث کے الفاظ میں طعن شمار ہوگا چاہے اس سند درست ہو۔ چونکہ حدیث اسی وقت درست ہوگی جب کہ سند اور متن دونوں جرح و تعدیل سے محفوظ ہوں اس کی تفصیل شروع میں گزر چکی ہے۔ اسی لیے بعض لوگوں نے بیوی کے ساتھ اس کی پھوپھی یا خالہ کو جمع کرنے کی اجازت دی ہے اور حضرت ابن عباسؓ ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے قرآن کی آیت:۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ	کہو کہ جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں
اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ	ان میں سے کوئی چیز جسے کھانے والا
اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا	کھائے حرام نہیں پاتا.... بجز اس کے کہ
مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ	وہ مرا ہوا جانور یا بہتا ہوا لہو یا سور کا گوشت
رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ	کہ یہ سب ناپاک ہیں۔ یا کوئی گناہ کی چیز ہو کہ
بِهٖ (انعام: ۱۴۵)	اس پر خدا کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔

کی روشنی میں کہا ہے کہ مذکورہ آیت میں مذکور چار چیزوں کے علاوہ بقیہ تمام چیزیں حلال ہیں حتیٰ کہ گھریلو گدھے۔ پنجوں والے پرندے اور کوچوں والے درندے سب جائز ہیں۔ البتہ شادی شدہ کو رجم کرنے کے سلسلہ میں روایات میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ تاہم قرآن کی ایک آیت ہے:۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ	جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ	لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے

فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْا اَوْ یُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (مائدہ ۳۳)

پھر یں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کردیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں۔

اس آیت کی روشنی میں دیکھا جائے تو وہ شخص جو حرام کاری کرتا ہے اور اپنی بیوی کی موجودگی میں دوسروں کی طرف بری نگاہ رکھتا ہے وہ بلا شبہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے برسرِ پیکار رہے اور فساد فی الارض کا مرتکب ہے۔ ایسے شخص کے معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چار سزاؤں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے۔

اگر سنت ظاہر قرآن کے خلاف نہ ہو تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد ہے۔ آپؐ کی قوت اجتہاد اس تک پہنچ گئی اور ہماری نہیں پہنچ سکی۔

قرآن وسنت کے درمیان ربط کی شکلیں

ابواسحٰق شاطبیؒ (۷۹۰) نے اپنی کتاب الموافقات صد ۱۳ تا صد ۳۰ ج ۴ میں ان شکلوں کا ذکر کیا ہے جن کے ذریعہ قرآن وسنت کے درمیان ربط پیدا کیا جاسکتا ہے، اجمالاً وہ یہ ہیں:۔

۱۔ قرآن وسنت کے ربط کی پہلی شکل یہ ہے کہ اسے اس آیت کے مطابق مانا جائے۔ جس میں آپؐ کی پیروی اور آپؐ کے فیصلوں کا اتباع ضروری قرار دیا گیا ہے اور آپؐ کے اوامر ونواہی کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی مثال حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کی وہ روایت ہے۔ جس میں ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے ایک محرم کو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اس کو منع کیا۔ اس شخص نے کہا اگر آپ مجھے کتاب اللہ سے کوئی دلیل پیش کردیں گے تو میں کپڑے اتار دوں گا۔ تو حضرت عبدالرحمٰن نے یہ آیت پڑھی۔

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ (حشر:۷) سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو۔

اسی طرح حضرت طاؤسؒ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس کے پڑھنے سے منع فرمایا۔ تو حضرت طاؤسؒ نے کہا کہ "ان رکعتوں کو سنت بنانے کی ممانعت ہے (یعنی کبھی کبھی پڑھ سکتے ہیں) اس پر

ابن عباسؓ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا تھا۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ اس پر عذاب ہوگا یا ثواب ملے گا۔ چونکہ قرآن میں آیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ	اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق
إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا	نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول
أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ	کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا
وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ	بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی خدا اور
فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا	اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح
(احزاب: ۳۶)	گمراہ ہوگیا۔

۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کو مجمل مانا جائے اور سنت کو اس کی تفسیر۔ اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ	اور اے نبی! یہ ذکر ہم نے تمہاری طرف
لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ	اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لیے
(نحل: ۴۴)	واضح کر دو اس تعلیم کو جو ان کی طرف اتاری گئی ہے۔

قرآن نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ مخصوص اوقات میں فرض ہے اور سنت اس کے اوقات بیان کرتی ہے ان میں سے ہر ایک کی تعداد رکعات اور ان کا طریقہ بیان کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ وہ کن چیزوں سے فاسد ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے اور سنت اس کا نصاب اور اس کی مقدار کا تعین کرتی ہے اور ان مالوں کو بتاتی ہے جن میں سے زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔ مطرف بن عبداللہ سے کہا گیا کہ ہمیں صرف قرآن سے مسائل بیان کریں۔ تو مطرف نے جواب دیا کہ بخدا ہم قرآن کے بدلے میں کچھ نہیں چاہتے لیکن ہمیں بہرحال اس کی ضرورت ہے کہ جو قرآن کو ہم سے زیادہ جانتا ہے۔ آپ کی مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔

۳۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر قرآنی اصول تشریع کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ سنت پر کوئی اضافہ نہیں کرتی چونکہ قرآن دونوں جہانوں میں صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کے لیے آیا ہے اور اس نے اسی راستہ کی پیروی ہم پر لازم قرار دی ہے نیز گمراہی کے راستہ پر عتاب

کی وعید سنائی ہے۔ اس طریقہ کے مطابق سعادت دارین تین چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔
ا۔ ضروریات خمسہ یعنی دین، نفس، نسل، عقل اور مال کی حفاظت۔
ب۔ حاجات اور ضروریات کا لحاظ یعنی ایسے قوانین بنانا جن میں تنگی کے بالمقابل رخصت کو ترجیح دی جائے جیسے سفر اور مرض میں روزے کی چھوٹ۔
ج۔ اعمال کی زیبائش۔ جیسے مکارم اخلاق سے متصف ہونا۔

کتاب اللہ میں ان تینوں کے اصول بیان کر دیے گئے ہیں اور سنت میں ان کی وضاحت اور تشریح ہے۔ اگر سنت کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس میں ایک بھی چیز ایسی نہیں ملے گی جو ان تینوں میں نہ ہو، تو گویا کتاب و سنت کے جائزہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دونوں دراصل ایک ہیں۔

۴۔ چوتھے طریقہ میں دو پہلو ہیں (۱) یا تو قرآن کسی مسئلہ کے دو پہلوؤں کے بارے میں صریح حکم دے دیتا ہے اور اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ایک تیسری چیز ہوتی ہے جو ان دونوں پہلوؤں سے مشابہ ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم بیان فرما دیتے ہیں اور بتا دیتے ہیں کہ یہ اس پہلو سے متعلق ہے یا اس کا مخصوص حکم ہے جو اس مسئلہ کے دونوں پہلوؤں سے متعلق ہے۔ (۲) دوسرا پہلو یہ ہے کہ کبھی کبھی قرآن کسی مسئلہ کا حکم کسی مخصوص علت کی صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس علت کی موجودگی میں قیاساً دوسرے مسائل کو بھی اس پر متفرع فرما دیتے ہیں۔

پہلے کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو جائز اور زنا کو حرام قرار دے دیا اور خلاف شرع نکاح کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا ہے۔ چونکہ یہ نہ تو نکاح ہی ہے اور نہ ہی محض زنا اس کے متعلق حدیث حکم آیا ہے:۔

اَیُّمَا امْرَأَۃٍ نُکِحَتْ بِغَیْرِ اِذْنِ وَلِیِّهَا فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ فَاِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْهَا۔ (مشکوٰۃ)	جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے تو اس کا نکاح باطل ہے اگر (اس نکاح کے نتیجہ میں) اس نے اس کے ساتھ دخول کرلیا تو اس دخول کی وجہ سے مہر واجب ہو جائے گا۔

دوسری مثال۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کی پاک چیزوں کا شکار کرنا جائز قرار دیا ہے اور مردار کو حرام۔ لیکن سمندر کے مردہ میں چونکہ دونوں جہت میں اس لیے اس پر حکم لگانا مشکل ہو گیا۔

اس سلسلے میں آپؐ کا ارشاد ہے۔

هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهُ	اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار
(ترمذی، ابوداؤد)	حلال ہے۔

تیسری مثال۔ اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام اور مذبوح جانور کو جائز قرار دیا ہے لیکن مذبوح جانور کے پیٹ سے نکلنے والے مردہ جنین کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا ہے۔ اس میں دونوں پہلو ہیں۔ آپؐ نے جنین کی جزئیت کو استقلال پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ	ماں کا ذبح جنین کے ذبح کے لیے بھی
(ترمذی)	کافی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:۔

فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ	اور اگر وہ دو سے زیادہ عورتیں ہوں تو
فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ	ان کے لیے ترکہ کا ثلثین ہے سو اگر ایک
وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (النساء:11)	ہو تو نصف ہے۔

دو بیٹیاں سکوت عنہ رہ گئیں تو سنت نے ان کو دو سے زیادہ کے ساتھ ملا دیا۔ گویا جو حکم دو سے زیادہ کا ہوگا وہی دو کا ہوگا۔ ان مثالوں سے اور ان جیسی دوسری مثالوں میں مابین الطرفین کے حکم کو طرفین کے حکم کے مثل منصوص سمجھا جائے گا۔

دوسرے پہلو کی مثال۔ اللہ تعالیٰ نے ربا، کو حرام قرار دیا ہے اور بیع کو جائز۔ ربا جاہلیہ جس کے بارے میں عرب کہا کرتے کہ ربا، تو بیع کی مانند ہے۔ وہ قرض کے ذریعہ قرض کو فسخ کرنا تھا۔ یعنی قرض خواہ کہتا کہ "یا تو قرضہ ادا کر دو یا اس پر اضافہ کر دو" اور اللہ تعالیٰ کے فرمان وان تبتم فلکم رؤس اموالکم کا مصداق بھی وہی ہے۔

چونکہ ربا، کی حرمت دو عوضوں میں بلا مقابلہ اضافہ کی وجہ سے ہے اس لیے سنت نے ہر اس چیز کو اس میں شامل کر دیا جس میں زیادتی کا امکان تھا۔ حدیث میں ہے:۔

الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ	سونے کا مبادلہ سونے سے۔ چاندی
بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ	کا چاندی سے۔ گیہوں کا گیہوں سے جَو کا جَو
بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ	سے۔ کھجور کا کھجور سے۔ نمک کا نمک سے جیسے
بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ	کا تیسا اور دست بدست ہونا چاہیے۔

يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ	جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سودی
أَرْبَى فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ	معاملہ کیا لینے والا اور دینے والا دونوں
فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ (بخاری، مسلم)	گناہ میں برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ماں اور بیٹی یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چونکہ اس کے ذریعہ قطع رحمی لازم آتی ہے۔ اس کے پیش نظر آپؐ نے بیوی کے ساتھ اس کی پھوپھی یا خالہ کو بھی نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمادیا ہے۔

۵۔ سنت کے قرآن کی طرف لوٹانے کا پانچواں طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ سنت میں ہے وہ اسی تفصیل کے ساتھ قرآن میں بھی ہے۔ لیکن اس کو سمجھنے کے لیے غور و تدبر کی ضرورت ہے۔ جبکہ سنت میں وہ وضاحت کے ساتھ آیا ہے۔ اس کی مثال حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا واقعہ ہے۔ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ "عبداللہ کو حکم دو کہ وہ رجوع کرلے پھر چھوڑے رکھے تاآں کہ وہ پاک ہوجائے پھر اسے حیض آئیں پھر پاک ہوجائے پھر اگر چاہو تو طلاق دے دو اور اگر چاہو تو نکاح برقرار رکھو۔ یہ ہے وہ عدت جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کو عدت میں طلاق دی جائے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ آیت تھی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ	اے پیغمبر جب تم عورتوں کو طلاق دینے
فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (طلاق: ۱)	لگو تو ان کو عدت کے شروع میں طلاق دو۔

دوسری مثال حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت ہے۔ جن کو آپؐ نے طلاق مغلظہ دیئے جانے کے بعد سکنیٰ اور نفقہ دونوں سے محروم کردیا تھا۔ جبکہ طلاق مغلظہ کے بعد بھی سکنیٰ تو ملتا ہے لیکن آپؐ نے ان کو دونوں سے محروم کردیا تھا اور دلیل یہ دی تھی کہ انھوں نے اپنے شوہر پر زبان درازی کی ہے اور ایسی عورت کو نہ سکنیٰ ملتا ہے اور نہ نفقہ۔ چونکہ قرآن میں آیا ہے:۔

وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ	اور نہ وہ خود نکلیں۔ ہاں، اگر وہ صریح
بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ (حشر: ۱)	بے حیائی کریں (تو نکال دینا چاہیے)

تیسری مثال حضرت سبیعہ الاسلمیہؓ کی روایت ہے۔ حضرت سبیعہ کو ان کے شوہر کی وفات کے صرف پندرہ ۱۵ دن بعد ولادت ہوگئی تھی۔ آپؐ نے ان کی عدت پوری ہوجانے کا فیصلہ سنادیا۔ آپؐ کے اس فیصلہ سے معلوم ہوا کہ آیت:۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَ	اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں
يَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ	چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینہ دس دن اپنے
أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا (بقرہ: ۲۳۴)	آپ کو روکے رکھیں۔

غیر حامل عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ جبکہ دوسری آیت:۔

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ	اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل
حَمْلَهُنَّ (طلاق: ۴)	تک ہے۔

حاملہ اور غیر حاملہ دونوں طرح کی عورتوں کے بارے میں نص ہے۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ سنت میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں لیکن قرآن نص و اشارہ کے سلسلے میں اس مقصود پر پورا نہیں اترتا۔ اس کے برخلاف نص یا اشارہ کی عدم موجودگی میں تکلف کرنا پڑے گا۔ مثلاً نماز، حج، زکوٰۃ، حیض، نفاس وغیرہ کے بارے میں اس کا التزام کرنا بہت مشکل ہے۔ الا یہ کہ حد درجہ تکلف سے کام لیا جائے جیسے نہ تو کلام عرب کی تائید حاصل ہو اور نہ ہی سلف صالح اور علماء راسخون فی العلم اسے قبول کریں۔ اس تکلف کے باوجود کچھ لوگوں نے اس کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے اور اگر کامیاب ہوئے بھی ہیں تو انہیں یا تو غیر معمولی تکلف کرنا پڑا ہے یا پھر ماخذ اول کی طرف لوٹنا پڑا ہے، جس میں نہ تو کوئی نص موجود تھی اور نہ سنت میں موجود خصوصیات کی طرف اشارہ ایسے شخص نے اپنے آپ کو اس منصب پر فائز کر لیا ہے کہ وہ خود ایسے معانی کا استخراج کرنے لگا۔ اس کا یہ عملی کام صرف امام مسلم کی صحیح تک محدود ہے۔ اس کے علاوہ صحاح کی کسی اور کتاب پر یہ عملی انطباق نہ کر سکا۔

ابو اسحاق نے اپنی کتاب کے باب 'قرآن وسنت کا ربط' میں جن شکلوں کو بیان کیا ہے۔ یہ ان شکلوں کا خلاصہ ہے۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ قرآن اور سنت کے ربط کی یہ بحث 'امر' نہی اور جائز چیزوں کے بارے میں ہے یعنی جن کا تعلق مکلفین کے اعمال سے ہے۔ اس کے علاوہ ماضی کے واقعات، مستقبل کے بارے میں پیش گوئیاں وغیرہ سے متعلق مباحث جن کا مکلفین کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ سنت میں قرآن کی تفسیر کی حیثیت سے بیان ہوتے ہیں۔ بلکہ سنت میں ایسے واقعات بھی موجود ہیں جن کی کوئی قرآنی اصل نہیں ہے جیسے بعض انبیاء کے واقعات چونکہ یہ چیزیں تکلیف سے علیحدہ ہیں اور قرآن کا نزول بہر حال تکلیف ہی کے لیے ہوا ہے۔ لیکن بسا اوقات ان چیزوں کا تعلق ترغیب و ترہیب سے ہوتا

ہے اور وہ امر ونہی کے تابع ہوتے ہیں اور ان سے تشریع کی تکمیل ہوتی ہے ۔ اس لیے بالکلیہ وہ مکلف کرنے والی چیزوں سے خالی نہیں ہے ۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن جس کو مسلمانوں نے چھوڑ دیا ہے اس دین کی اصل اور بنیاد ہے اور سنت اس کے نصوص و اشارات یا عمومات اور قواعد کلیہ کی طرف لوٹتی ہے جو اس میں بیان کردہ احکام جزئیہ کی بنیادیں ہیں اور اگر مسلمان قرآن میں غور و تدبر کرتے میں اپنے وہ اوقات صرف کرنے لگیں جو وہ لوگوں کی آراء معلوم کرنے میں کرتے ہیں تو ان پر یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ قرآن میں ہر چیز کی وضاحت ہے ۔ (مصنف کی کتاب "مفتاح السنۃ" کے مقدمہ کا یہ اردو ترجمہ ہے)

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

اسلامی معاشرہ میں سائنس کی بازیافت کا داعی

آیات

طبیعات اور مابعد الطبیعات میں ہم آہنگی فطرت انسانی کا خاصہ ہے اگر یہ وصف کسی معاشرہ کو حاصل ہو جائے تو کمال آیات ورنہ انتشار زیست

جدید فکری تموج محض معاشرتی انتشار کی علامت اور ذات میں جاری شکست و ریخت کی داستان ہی نہیں بلکہ دینی اقدار سے تہی دامن سائنس و ٹکنالوجی پر بے جا انحصار کی بدولت پیدا ہونے والے فکری افلاس کی روداد بھی ہے ۔

سالانہ چندہ :
برائے افراد
برائے لائبریری
بیرون ملک فی شمارہ
سالانہ

قیمت : برائے افراد ۔ ۲۵ روپے فی شمارہ
برائے لائبریری ۔ ۳۵ روپے فی شمارہ

آیات سائنس کی تعمیر نو کا علمبردار بھی ہے اور تاریخ فکر میں اقدار کی کارفرمائی کا نقیب بھی

مرکز الدراسات العلمیہ

CENTRE FOR STUDIES ON SCIENCE

ALHOMERA MUZAMMIL MANZIL COMPLEX

DODHPUR ROAD ALIGARH-202002